کی نسبت لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے جو علماء ان کی تکفیر و تضلیل کے درپے ہیں سخت غلطی کر رہے ہیں۔ یہ بات بعض علماء دربار پر سخت گراں گزری کیونکہ وہ طائفہ مہدویہ کے قتل و تعزیر میں برابر کوشاں رہتے تھے اور اس دار و گیر میں بڑے بڑے فقراء اور اہل اللہ کی اذیت و مصیبت کا باعث ہوتے تھے۔ جب بعہد سلیم شاہ مولانا کے ایماء و سعی سے شیخ عبداللہ نیازی اور ان کی جماعت کے فقراء مبتلائے محن ہوئے تو حضرت شیخ داؤد نے فرمایا کہ ان مظلوموں کا خون عنقریب رنگ لائے گا اور افغانیوں کی حکومت زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہے گی۔ یہ بات مشہور ہوئی تو معاندین نے حضرت شیخ کو بھی مہدویت سے متہم کیا۔ یہ حال دیکھ کر مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے لیکن ان کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد باطل ہے، اور ہماری جماعت کو اس اعتقاد باطل سے متہم کرنا مخالفین کا عناد اور منکرین کی شقاوت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اگرچہ ارباب حق و صلاح کو اطمینان خاطر بہم پہنچ گیا لیکن معاندین کا عناد بڑھ گیا۔"

بہرحال خواہ اکبر کے محضر امامت کا معاملہ ہو خواہ اتہام مہدویت کا۔ یہ دونوں معاملے ایسے تھے جن کی وجہ سے بلاشبہ شیخ جمال کا ہندوستان میں رہنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ انھیں اسباب سے وہ ترک وطن کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔

حضرت شیخ جمال الدین کا وصال حضرت شیخ جمال الدین کے ترک وطن کے چند سالوں کے بعد خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش حج کے لیے گئے، ان کی وہاں شیخ جمال الدین سے ملاقات ہوئی۔ ان کو مولانا موصوف سے نہایت درجہ حسن اعتقاد تھا، سخت اصرار و التجا کر کے انھیں اپنے ہمراہ ہندوستان واپس لے آئے لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ دہلی پہنچنے کے چند ماہ بعد انتقال کر گئے۔

اگر شیخ موصوف، محضر امامت کے واقعہ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں تو یہ واقعہ ۹۸۷ھ میں ہوا تھا۔ خان اعظم دربار اکبری کی مذہبی بے قیدیوں اور بدعتوں سے بگڑ کر ۹۹۰ھ میں مکہ معظمہ گئے اور ۹۹۲ھ میں واپس آئے اور شیخ موصوف کی واپسی انہی کی معیت میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش بارہ تیرہ برس شیخ جمال الدین کا وہاں قیام رہا۔ اتنے عرصے تک وہاں بے نیازانہ مقیم رہ جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ موصوف کا حال عہد اکبری کے ان دنیا پرست عالموں سے کس قدر مختلف تھا جو پہلے تو دربار شاہی سے روٹھ کر خانۂ خدا کا رستہ لیتے لیکن جب حرص دنیا چین سے بیٹھنے نہ دیتی تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد واپس ہندوستان کی طرف دیوانہ وار دوڑتے۔ ملّا عبداللہ سلطان پوری، مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کو خود اکبر نے مکہ معظمہ بھجوایا لیکن پورے تین سال بھی وہاں ٹک نہ سکے۔

ہمارا ذاتی خیال ہے کہ شیخ جمال الدین کے ترک وطن کرنے کا اصل سبب اکبری دور کا الحاد تھا اور بس۔ حضرت اخوند درویزہ ؒ نے (جن کا مزار پشاور میں ہے) عہد اکبری میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ محضر امامت پر دستخط کرنے کے لیے شیخ موصوف کو مجبور کیا گیا لیکن دربار کی طاقت اور علماء امت کا اجتماع ان کو مغلوب نہ کر سکا۔ شیخ موصوف کی زندگی کا یہ واقعہ نہایت اہم ہے اور اس سے ان کی حق پرستی اور بے لوث زندگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ محضر امامت پر دستخط نہ کرنا گویا اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا تھا۔ یہ وہ پر آشوب زمانہ تھا کہ بڑے بڑے دعویداروں کے قدم ڈگمگا گئے تھے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیام حق کے لیے جن اہل اللہ کا شرح صدر کر دیتا ہے ان کی استقامت کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔

سرسید احمد خاں
ترتیب و حواشی:
ابو سلمان شاہجہانپوری

تذکرہ خانوادۂ ولی اللّٰہی

باب پنجم

اصحاب ثلاثہ کے شاگرد

جناب مولوی محبوب علی سلمہ اللہ تعالیٰ

اجلّہ سادات کبار سے ہیں۔ علم حدیث و فقہ میں اقران و امثال سے بیش جہاندیدہ و سفرکردہ۔ تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ کی جناب مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز کے خاندان رفیع الارکان سے کی۔ ان فنون میں ایسی مہارت

حواشی

مولوی محبوب علی

مولوی محبوب علی کے والد کا نام مصاحب علی بن حسن علی تھا، جو مغلیہ دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ صاحب عبدالقادر خانی لکھتے ہیں:

"ان کی توجہ زیادہ تر حدیث اور تفسیر پر ہے اور ان کی ہمت حتی المقدور علم کے مطابق عمل میں مصروف ہے۔ ہر معاملے میں ذہن رسا اور فکر درست رکھتے ہیں۔ طرز مباحثہ اور طریق مناظرہ کو مختصر تقریر میں عمدہ ادا کر دیتے ہیں۔"

حضرت سید احمد بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ جب حضرت سید صاحب نے

رکھتے ہیں کہ مسائل جزیہ مثل لوح محفوظ کے ان کے تختہ حافظہ پر منقوش ہیں۔

جہاد کی غرض سے ہجرت کی اور سرحد تشریف لے گئے تو آپ بھی ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے اور ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان اور کالا باغ ہوتے ہوئے، جون ۱۸۲۷ء کے شروع میں علاقہ خٹک میں پہنچ گئے لیکن رنجیت سنگھ کے دباؤ کی وجہ سے درانیوں نے انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا اور مولوی صاحب دو مہینے تک کنڈوہ میں پڑے رہے۔ مولوی صاحب پر یہ رکاوٹ بہت شاق گزری انھوں نے سید صاحب کو لکھا کہ

"کافروں کو چھوڑ کر پہلے ان کلمہ گو کافروں کا فیصلہ کیجیے۔"

بہر حال ۱۷ اگست ۱۸۲۷ء تک مولوی صاحب کا قافلہ اور دوسرے قافلے یہاں رکے رہے۔ پھر رکاوٹ دور ہوگئی اور تمام قافلے سید صاحب کے پاس پہنچ گئے لیکن اس رکاوٹ نے اور کنڈروہ میں جبری قیام نے ان کے ذہن پر بڑا برا اثر ڈالا، ان کے جذبات اس سے شدید مجروح ہوئے۔ پنجتار پہنچ کر انھوں نے اپنا خیمہ سب سے الگ نصب کیا۔ اب کی کیفیت یہ تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر اعتراض کرتے تھے۔ ان کی وجہ سے عام مجاہدین اور خود ان کے قافلے کے مجاہدین میں بےچینی پیدا ہوگئی اور خود انھیں کے بعض ساتھیوں نے ان پر اعتراضات شروع کر دیے پہلے مولوی صاحب کو حضرت سید صاحب پر نفیس کھانے کا الزام تھا، پھر جب سید صاحب نے انھیں شریک طعام کر لیا تو اس سے بھی گریزاں ہو گئے تو انھیں کے ساتھیوں نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ مست جہاں آباد کے ترلقے یاد آتے ہیں۔"

مولانا غلام رسول مہر صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"غرض مولوی صاحب کی روش نے تفرقے کی ایک عجیب و غریب فضا پیدا کر دی۔ وہ سید صاحب پر معترض تھے، ان کے جو ساتھی مولانا اسمٰعیل کے معتقد تھے انھوں نے خود مولوی محبوب علی پر اعتراضات شروع کر دیے آپ جہاد کا وعظ کہہ کر ہم سب لوگوں کو یہاں لائے۔ اب کونسی بات خلاف شرع و سنت دیکھی کہ اعتراض کے تیروں کا ترکش بن گئے۔ جو لوگ مولوی صاحب